

امام احمد رضا بریلوی

اپنوں اور غیروں کی نظر میں

محمد عبید اللہ خان قادیانی

مکتبہ قادیانی
جامعہ نظامیہ ضریف
لاہور



رسالہ ————— امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں
تالیف ————— محمد عبدالحکیم شرف قادری
کتابت ————— مولانا شاہ محمد شمس الدین قادری قصبہ، فون ۳۱۳۲
پروف ریڈنگ ————— مولانا بشیر احمد مدینی
مطبع —————
بار اول ————— صفر المظفر ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء
ناشر —————

ملنے کا پتا —————

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری منڈی لاہور
رہائشی کیشنر، مین بازار داتا دربار لاہور

انجمن رضائے مصطفیٰ، چاہ میران لاہور



ان دنوں چار صفحے کا ایک پیفلٹ ”عقائد جماعت بریلویہ رضویہ“ بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علمائے اہل سنت پر کھینچا پھیلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اشتعال انگیز کارروائی عین اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملک پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن و امان کی صورت حال بحال کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال قرار دیا جاسکتا ہے۔

بعض ارباب علم و دانش کے نزدیک اس قسم کے بیڑہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کر دینا چاہئے جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ آئندہ سطور میں مختصر طور پر ان الزامات کے چہرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

① ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تین رجال پیدا ہوں گے جن میں سے ”السیلہ“، ”العنسی“ اور ”الختار“ ہیں۔ ادھر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک نام ”الختار“ ہے۔ ہم رضا خانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں ”الختار“ سے مراد کون ہے؟ (پفلٹ)

تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم کبھی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو

(دیکھئے تقویۃ الایمان) انہیں یہ حدیث پیش کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ حدیث تو ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے، اس میں تو انہو لے غیب کی خبر دی گئی ہے۔ (ب) کیا اس سے پہلے کسی محدث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

(ج) قیامت سے پہلے دجالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں كَلِمَاتٍ مِنْ عَمَلِ النَّبِيِّ ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہو گا کہ وہ نبی ہے۔ امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امام اہل سنت کا برق بار قلم ہمیشہ ان لوگوں کے تعاقب میں رہا جو تصدیق نبوت میں نقب لگانا چاہتے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین، یا وہ ختم نبوت کا ایسا حصّے بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے کسی نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

(تخیزالنکس) کتب خانہ امادہ، دیوبند، ص ۲۴

لہذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا بریلوی کو دجال المختار کا مصداق قرار دینا حدیث پاک کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہی پیش نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے اور درود

شریف اس طرح پڑھتا ہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا أَشْرَفْتَ عَلَى۔ اس نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قلوب میں نہیں ہے، بجائے اس کے کہ جواب میں اسے توبہ واستغفار کی تلقین کی جاتی، تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں:

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہم تعالیٰ متبع سنت ہے۔“

(الام، ۱۰، ماہ صفر ۱۳۶۶ھ، امداد المطالع تھانہ مبھون ص ۳۵)

الذاکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس المختار کا ذکر ہے اس سے مراد احمد رضا خان ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشحات قلم قمر الدیان علی مرتضیٰ قادیانی، السور والعقاب، حجاز اللہ عدوہ وغیرہ رسائل و فتاویٰ نے مخالفین ختم نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے؟

(۵) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، امام ابولیلے کی اس روایت نقل کرنے کے بعد مسیّد کذاب، اسود عیسیٰ وغیرہ کے ظہور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ثم كان اول من خرج بعد هذا المختار بن ابي عبيد الثقفي..... ثم سار له الشيطان فادعى النبوة وشرع ان جوبيل ياتي.

(شرح المواهب اللدنیہ، مطبعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۶۵)

”پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید الثقفی تھا، شیطان نے اسے ہنر باغ دکھائے تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین آتے ہیں۔“

حضرت اسماعیل بن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف

کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک خوشخوار کذاب تو ہم دیکھ چکے، جہاں تک خوشخوار کا تعلق ہے تو میری رائے میں وہ تم ہی ہو۔ اسلام شریف عربی، مکتبہ شیعہ دہلی، ج ۲ ص ۳۱۲

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”حضرت اسماء کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے ان کی مراد المختار بن ابی عبیدہ ثقیفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا، اس کا بدترین جھوٹ، اس کا یہ دعویٰ تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذاب سے مراد المختار بن ابی عبیدہ اور یسیر (خوشخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔“

(شرح مسلم، ج ۲، ص ۳۱۲)

(۲) کہتے ہیں امام احمد رضا خاں صاحب کارنگ بہت سیاہ تھا اور خالص کے مخالفین ان کو اس رو سیاہی پر عار دلایا کرتے تھے۔ مانوذا البربر (مفلسٹ)

جن لوگوں کے دل عشق رسالت سے محروپیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے انکی نگاہوں کا اندھیل تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کیا۔

ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:-

”حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی) بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے، ڈارھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔“

(مقالاتِ یوم رضا، رضا اکیڈمی، لاہور، ج ۳ ص ۱۸)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں:-

”اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہوا یا تھا، فوتی خاکساری

کے باوجود اُن کے روتے زیبا سے حیرت انگیز حد تک خوب ظاہر ہوتا تھا۔“

(پروفیسر محمد سجاد احمد، اختتامیہ خیابانِ صفا، طبع لاہور، ص ۱)

لطیف کی بات یہ کہ اس جھوٹ کے لئے بدنام زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں اقترا برپا از لوہی کا طواریف نامہ دیا گیا ہے اور جو اہل علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب اندھیرے سے اگلے تک کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(۳) احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے، امنٹ پہلے یہ وصیت کی کہ تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتیٰ المكان (حتیٰ الامکان) اتباع شریعت نہ چھوڑو (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۳) (مفلسٹ)

اس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں دراصل یہ نفی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے چلے آ رہے ہیں، ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہر حال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے شرعیات عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدر طاقت عمل کیا جائے گا (یکلف اللہ نفساً الا وسعها) (البقرہ، الآیۃ ۲)

(۴) آئینہ تحریرات (نقل کفر نباشد)

خدا ناپچا نہ کرتا ہے۔ (مفلسٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان کے ذمہ لگا دیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا: ”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے“

اس کے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے دیوبندی اور وہابی مکتب فکر کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق و سباق دیکھ کر غریب قرار دیا کہ احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک معاذ اللہ! خدا ناچنا حقارت ہے۔ حیرت ہے کہ "نقل کفر کفر نباشد" سرخو نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے مرتعقوب دیا، پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ :-
وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا، حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔"

جابلہ ناقل نے اسے صرف ممکن نہیں سمجھ دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کے ساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچنا حقارت ہے)۔

در اصل ۲۵ اگست ۱۸۸۹ کو دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا :-
"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔"

(سبحان السبوح، نوری کتب خانہ لاہور ص ۳-۱۲۲)

اس کا عام فہم مطلب ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے، اس پر رد کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو انسان کر سکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کلام اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے، فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱ ص ۹۱) پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا کسے کہتے ہیں :-

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفر و کفریہ کے

ساتھ گننے کے قابل ہے۔۔۔۔۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، ٹوٹکنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔۔۔۔۔ یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟"

(فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱، ص ۹۱)

غور کیجئے کہ اس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نہ بھی لگا ہوا تھا اُسے بھی نقل نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی۔

سید لاہورست دزدے کہ بجھ چسراغ دارد

(۵) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے،

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱ پر فرمایا :

انجام فرمے آغاز رسالت باشد ایک گوہر تاج عبد القادر

(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول بھی حضرت شیخ جیلانی کا تاج ہوگا۔ (مبطل)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقه فقد صنف فیہ "جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا" اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں وہ بھی ان کے نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

در اصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے، اس کا دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت مطلب بیان کر دیا پہلے شعر کا مطلب پتہ ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے :-

برودت اور ایچ عبد القادر
انجام دے آغاز رسالت باشد
ایک گوہر تاج عبد القادر
احدائق بخشش مدینہ پیشنگ کہنی (کراچی ج ۲ ص ۲۷)
اس رباعی میں حضرت محبوب جانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نام نامی عبد القادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے جس کا چوتھا اور ساتواں
حرف الف ہے اور آخری حرف راء ہے، اسی حرف کے انجام سے تعبیر کیا ہے۔
(ترجمہ رباعی) (۱)، اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شاہ عبد القادر کا چوتھا حرف
(الف) اور دوسرا شاہ ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲) اس نام مبارک کا آخری حرف (راء) لفظ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ
کہو کہ نیکات عبد القادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے استفادہ ہیں)
یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقام ولایت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے مقام نبوت و
رسالت کی ابتداء ہے، پسح ہے کہ ع۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو تحذیر الٰہی کس کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک
عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۶) انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔
انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں انوار مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے
ساتھ شب باشی فرماتے ہیں (نور اللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی) (مفلط)
(ملفوظات حصہ سوم ص ۲۷، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

اس جگہ چند امور قابل توجہ ہیں :-
۱۔ علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے

صرف اتنا مظاہر کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے
اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرت علامہ محمد عبد الباقی زرقانی شراح مواہب لدنیہ
سے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابن عقیل ضلی سے نقل کی ہے، ملاحظہ
ترشح مواہب لدنیہ زرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶ ص ۱۹۶، اس ثبوت کے بعد
امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

۲۔ یہ کہنا کہ ”انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں“ خود ساختہ
عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے،
انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے ازواج مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے
میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز نقل نہیں کیا کہ ”عورتوں سے صحبت کرتے ہیں“
ان کا بیان ہے کہ ”وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں“ اور شب باشی کا معنی رات
گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبد الماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب
میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
”صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے۔۔۔۔۔ ایک شب باشی
اس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباضعت
(عمل زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز الفاق“

(حکیم الامت، عبد الماجد دریابادی ص ۱۷۴)
اس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شب باشی کا معنی ایک جگہ
پر رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عمل زوجیت ضروری نہیں۔
حدیث شریف میں ہے :

وَأَيُّكُمْ مِثْلِي فِي آيَةٍ يُطْعِمُنِي رَيْتِي وَيَسْقِيَنِي
(مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ، دہلی ج ۱ ص ۳۵)
”تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھانا پلاتا ہے“

۲۔ حیاتِ انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، المہند جس پر دیوبندی تکبر و فخر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں اس میں لکھتے ہیں :-

” ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا تکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص چنانچہ حضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ — برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو“

(المہند، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۳)

غور کیجئے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں اہمات المؤمنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابنِ عقیل جہنمی نے عالم برزخ میں ملاقات کا ذکر کر دیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے جب کہ عالم برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

۴۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

” شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر میں زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے“

(اشرف السوانح، کتب خانہ اشرفیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۳)

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالم برزخ سے عالم دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواجہ کا معاملہ نہیں بلکہ جہنمی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے، یہ تو نسبِ سلیم، مگر انبیاء کرام کی عالم برزخ ہی میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے :-

” نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی“

تو کیا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہوگی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں اگر ملاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

(۷)

حضرت شکاری کے روپ میں آئے تھے، احمد یار خاں نے جبار الحق سے اپر لکھا ہے، حضور نے فرمایا : میں تمہاری مجلس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔ (میفلٹ)

جانبِ حق صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قتلاً جاء کرمین اللہ نوراً و کتاباً مبییناً (الآیۃ) میں نور کا مصداق میں محبوب رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اس عظمت و جلالت کے باوجود فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الآیۃ) اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔

حضرت رومی فرماتے ہیں :-

زناں سبب فرمود خود را مشکم تا بگرد آید و کم گردند گم

اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے،

مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو ہو اس پر صادق آتی ہے مفتی صاحب کا مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے۔ انہوں نے حضور النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے اس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا :-

”وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ موثر ہو سکتا ہے وعظ کا کام تھا مولانا اسماعیل صاحب سید کا اور انہی کا وعظ موثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فرا حاصل نہ کر لے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی لطیف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پا کر قضاے حاجت کے لئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیت وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ موثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ

پیشاب کا اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ موثر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ تقاضا مولوی اسماعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔“

(ارواحِ ثلاثہ حکایات اولیاء دارالاشاعت کراچی، ۲۵۲)

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو قضاے حاجت قرار دیا ہے تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کرے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہً مثل لے کر اس کی مثال دی گئی ہے، پرچہ پا کر دینا صحیح نہیں ہے۔

(۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب حدائقِ بخشش ص ۳ پر رقمطراز ہیں :-

تنگ چیت ان کا لباس اور وہ جون کا امبار
مکی جاتی ہے قب سے کربک لیکن
یہ پھٹا پڑتا ہے جون میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جلتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ عاشق کہلاتے ہیں امداد افسانہ کریں۔ (پفلٹ)
ناظرین کرام! اس پر ایک لطیفہ سن لیں۔ ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھٹو لگا ہوا
تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا :-

چرخِ گفت سعدی در زلیخا

کہ عشقِ نود اول دے افت و شکلا !

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہو اسے یا نہیں اور یہ تو اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے۔ اس نے یہ دونوں چیزیں شیخ سعدی کے کہاتے ہیں ڈال دیں اور اس پر خوش کہنا لڑھکائی کیا۔ بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ حدائقِ بخشش ص ۳ امام احمد رضا دہلوی

کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا، یہ حصہ مولانا محبوب علی خاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب علی خاں نے ابتدائی حصہ پر ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب کتب نے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر چند فروگزشتیں ہوئیں۔

- (۱) انہوں نے اس حصہ کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائٹل پر ۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا حالانکہ حدائق بخشش صرف پہلے اصل دو حصوں کا تاریخی نام تھا جو ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔
- (۲) انہوں نے مسودہ نامہ کسٹیم پریس نامہ کے پر کر دیا، پریس والوں نے خود ہی کتبہ کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے اسے یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ تھکے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کئے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دئے۔

ان غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیب مشرق مولانا شائق احمد نظامی نے ممبئی کے ایک مہنت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کر دیا اور مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری طرف دیوبندی محکمہ کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ ہم جہانی لگی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں ممبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھئے کہ جو کچھ ہوا اس میں ان کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا، تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اس کے باوجود انہوں نے رسالہ کسٹیم پریس لکھنا اور روزنامہ انقلاب میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور باگبانی توبہ بھی کی، اعلان توبہ ملاحظہ ہو۔

”حدائق بخشش حصہ سوم ۳ و ۴ میں ہے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے، اس غلطی سے بارہا تفسیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین اور سستی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

(فیصلہ ششہ عمید قرآنیہ ص ۳۲-۳۱)

اس تفصیل سے یقینیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو گی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالفت کیمپ کی طرف سے تمام تراجم اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب تھے۔ کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰ حضرت پر نہ لگایا لہذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پرور اور افتراء پر داز ہے تفصیل کے لئے دیجئے فیصلہ رفقہ مطبوعہ مرکزی مجلس، لاہور۔

در اصل اعلیٰ حضرت بریلوی نے صراط مستقیم، تقویۃ الایمان، تحذیر الانکس، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جوابی کارروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

صراط مستقیم میں صاف لکھ دیا کہ :

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتناک ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے“

(محمد اخیل دہلوی، صراط مستقیم اردو مطبوعہ کراچی ص ۱۳)

حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا :-

”پھر آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے“

محمد اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، کتب خانہ اعجازیہ دیوبند، ص ۵۵
براہین قاطعہ میں ہے :-

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافت نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے“

(براہین قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵)

یہ اور اس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا، یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگاتے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دعوتِ حق ترتیب مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات عکس دئے گئے ہیں۔

اب ذرا دل بتمام کر چشم حیرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں

تھانوی صاحب اپنے ایک مکتوب المخطوب المذیبہ میں لکھتے ہیں :-

”ایک ذاکر صالح کو مکتوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ

آنے والی ہیں، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کم سن بیوی ملے گی، اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے“
(محمد اشرف علی تھانوی، المخطوب المذیبہ، ص ۵۵)

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماجد دریا بادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

”پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں انہوں نے دریافت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھو گی؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ضرور! اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرت صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہی ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو ہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اشرف علی صاحب بزرگ تو خاص الخاص اولادِ حضور ہیں، ان کی بیوی حضور کی بہو کہلائی گی“

(عبد الماجد دریا بادی، حکم الامت، انجمن الدین لاہور، ص ۹-۱۰، ۵۴۸)

تھانوی صاحب اس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں :-
 "کسی کا حضرت عائشہ کنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاذات

(الادوات کی طرف)" (ایضاً ص ۵۴۹)

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیش نظر ہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تھانوی صاحب کا ایک مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھانوی صاحب پر براہ راست درود بھیجتا ہے اور تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں :-

"اس شخص سے تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ جو نعمتوں کا منبع سنت ہے"

(الامداد صفحہ ۳۲۶، ص ۳۵)

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے رک کر خوابوں کے اس تسلسل پر غور کیجئے کہ پہلی خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھانوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا پھر مرید، تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور ان پر ہر تصدیق ثبت کرنا کیا حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلویوں سرزنش فرماتے ہیں :-

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا زن کا ذہن لٹاتے یہ ہیں

جن پر لاکھوں مائیں تصدق تعبیر ان کی بناتے یہ ہیں

وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں کہ اسلام رکھتے یہ ہیں

(الاستمداد، مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۸۵)

۹) ہر ولی مرید کی مٹی کے قطرے محل میں گرتے دیکھتا ہے۔
 ولی کامل کی شان بیان کرتے ہوئے نجم الرحمن بحوالہ صاعقۃ الرحمن

پر لکھا ہے :-

"کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی لطفہ قرار نہیں بکھڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے"

نیز اعلیٰ حضرت نے ملفوظات حصہ ۲ ص ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ سید احمد شاہی جب بیوی سے ہمبستری کر رہے تھے تو سیدی عبدالعزیز دباغ ان کے پاس غالی پلنگ پر حاضر تھے اور فرمایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔ (یفیلٹ)

ہمارے سامنے حضرت علامہ مولانا غلام محمد قدس سرہ، پبلاں، ضلع میانوالی کی تصنیف لطیف نجم الرحمن (مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور) موجود ہے اس کے صفحہ ۵۵ پر پوری کتاب میں یہ عبارت نہیں ہے لہذا اس غلط بیانی کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اس دروغ بافی کا کیا علاج کہ سرخی جمانی جا رہی ہے کہ "ہر ولی مرید کی آن" پر نقل کردہ دونوں عبارتوں میں سے کسی میں یہ نہیں ہے کہ ہر ولی دیکھتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کسی قوم کو حقیقی مرید ہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ملفوظات کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے نقل میں اور ناقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھادے چنانچہ یہ واقعہ حضرت علامہ احمد بن مبارک نے الابیز عربی (مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر) کے صفحہ ۳ پر نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور معتزلہ اگرچہ اولیاء کاملین کیلئے کشف کے معکوس ہیں مگر اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کے لئے بیشمار اشیاء کو منکشف فرمادیتا ہے اور بسا اوقات ان کے قصد و ارادہ کا دخل نہیں ہوتا۔

قاضی شہداء اللہ بانی تھے، ارشاد باری تعالیٰ وَكَذَلِكَ نُنْزِلُ الْكِتَابَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
مَمْلُوءَاتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الذیۃ) کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرماتے
ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت سماوی وارضی کا مشاہدہ
کرایا تو انہوں نے ایک شخص کو بدکاری میں مصروف دیکھا۔ آپ نے اس کے خلاف
دعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شخص کو اسی حالت میں دیکھا، اس کے خلاف
دعا فرمائی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا، پھر تیسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا
ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا ابراہیم! تم سنجاب الدعویٰ ہو، میرے
بندوں کے خلاف دعا نہ کرو۔

(تفسیر ظہری عربی، مذوۃ الصغین، دہلی ج ۳ ص ۲۵)

انصاف سے بتائیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائیگا؟
ابیرشاہ خان صاحب کی یہ حکایت بھی چشمِ عبرت سے پڑھئے :-

”شاہ ولی اللہ صاحب جب بطنِ مادر میں تھے تو ان کے والد
مابعد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک
بہت تیز تھا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور
اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب العین
رکھو۔“ (حکایات اولیاء، دارالانشاعت، کراچی ص ۲)

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم دلائی
کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے :-

”ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھٹیں چل ہوتا اور وہ تعویذ
لینے آتا تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا،

اور جو آپ بتا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔“

(حکایات اولیاء، ص ۲۰۰)

ایمان سے کہنے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو بھی مافی الارحام کا علم نہیں دیا گیا وہ کس طرح ان حکایات کو لک لک کر بیان
کرتے ہیں؟ آخر کو شاہ ولی اللہ صاحب اور عبداللہ خان صاحب کی کرامت جو بیان
کرنا تھی، جن لوگوں کو غوثِ زمانہ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کشف
پر اعتراض ہے حالانکہ ان کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا، اظہارِ کشف
مقصود نہ تھا وہ عبداللہ خان صاحب کے عورتوں کے رجسوں میں جھانک کر لڑکا
یا لڑکی معلوم کر لینے پر معترض کیوں نہیں ہوتے؟ پھر یہ عمل ایک آدھرتبہ کا نہ تھا
”آپ فرمادیا کرتے تھے“ کے الفاظ تو تسلسل اور توانرکی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱۰) نماز میں غیر عورت کی شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۵-۴۶ پر فرمایا :-

”نماز میں بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑے جب بھی نماز و وضو میں کوئی خلل
نہیں، اگر قصدِ امبی ایسا کرے تو مکروہِ مزرور ہے، نمازِ فاسد نہیں ہوتی۔ (بطلت)
اس جھوٹ اور فریب کاری کو بے نقاب کرنے کے لئے اصل عبارت
کا نقل کر دینا کافی ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :-

”نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑے جب بھی نماز و
وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی
جب کہ فرج داخل پر نظر بہت پڑی ہو اور اگر قصد ایسا کرے تو سخت
گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔“

(فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد ج ۱ ص ۴۵)

حیرت ہے کہ اس صاف اور صریح عبارت میں مذکور عزائم کے پیش نظر کس طرح کھلی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "نظر جاڑے" اس کا واضح مطلب ہے کہ قصد و ارادہ کے بغیر نظر جائے، قصد و ارادہ سے دیکھنے کا ذکر انہوں نے بعد میں صراحت کے ساتھ کیا ہے مگر یہ صاحب "دیکھنے میں کوئی حرج نہیں" کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قصد اور دیکھنے کی بات جو رہی ہے۔ پھر انہوں نے تعزیر فرمادی کہ عورت کی ہائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی اور قصد ایسا کرے تو سخت گناہ ہے۔ اس کے باوجود امام احمد رضا بریلوی پراقترا کیا جا رہا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے فالجی اللہ المشتکی۔

اب نگے ہاتھوں آپ بھی ان کا ایک مسئلہ ملاحظہ کر لیں۔ دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

"مسئلہ : کسی پر غسل فرض ہو اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد و کمردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے بھی نہانا واجب ہے۔"

بہشتی گو ہر حصہ یا زدم، ملک دین محمد، لاہور صلا، اب اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر پردے کی جگہ نہ ہونے کے سبب کوئی چادر باندھ کر نہائے یا دوسرے آدمی کو کہے کہ تو منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو جا، تاکہ میں غسل کروں تو وہ واجب کا تارک ہو گا اور امامت و شہادت کے لائق نہ ہو گا۔

۱۱) نماز میں حضورِ مخصوص کے تنائے سے ازار بند ٹوٹ گیا۔

اعلیٰ حضرت کا فتوے سے بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ فرماتے ہیں المیزان

احمد رضا نمبر ۲۳۳ :-

امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیر میں بعد تشہد "حرکت نفس" سے میرے انگرکھے کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا، چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں کو نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کر کے اپنی نماز احتیاطاً پھر پڑھ لی۔ (پمفلٹ)

اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہا اس سے بڑھ کر کیا ہوگی؟ ایسی خیانتوں پر تو تہذیب و شرافت بھی سرپیٹ کر رہ جاتی ہیں۔ انگرکھا شیردانی کی طرز کی ایک پوشاک کا نام ہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب اردو کی مشہور لغات میں لکھتے ہیں :

"انگرکھا (ان گر کھا) ایک قسم کا مردانہ لباس، قبا"

(فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۳۲)

اور نفس (قبا کے فتح کے ساتھ) سانس کو کہتے ہیں، پاس انفاس صوفیہ کی معروف اصطلاح ہے۔ ہوا یہ کہ سانس کی آمد و رفت سے قبا کا بٹن یا بند ٹوٹ گیا، باوجودیکہ نماز تشہد پر لپری ہو چکی تھی پھر بھی امام احمد رضا بریلوی نے احتیاطاً نماز دوبارہ پڑھ لی مگر بڑا سو بدینی اور بُری نیت کا کہ وہ کسی اور ہی پتھر میں ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ یہ حضورِ مخصوص اور ازار بند کس لفظ کا معنی ہے؟

اگر آپ کو ایسی ہی شہوانی باتوں کا شوق ہے تو بہشتی زیور کا باب طب پڑھ لیجئے یا دیوبندی حکایات اولیاء کا مطالعہ کیجئے، آپ کے ذوق کی تسکین کا بہت سا سامان مل جائے گا، ذرا ملاحظہ کیجئے :

"مولانا (ناقوتوی صاحب) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور

جلال الدین صاحب زادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اُس وقت بالکل بچے

تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹپنی اتارتے، کبھی کر سہ کھول

دیتے تھے۔" (حکایات اولیاء، ص ۳۱۷)

حکایات اولیاء ملت ۳۳۹ اور تذکرۃ الرشید، مکتبہ بحر العلوم، کراچی، ۲۶ ص ۲۸۹ کا مطالعہ کر لیجئے، آپ کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی صاحب کے روابط کا اندازہ ہو جائے گا۔ مجھے تو ان شرمناک حوالوں کے نقل کرنے سے بھی محاب محسوس ہوتا ہے۔

(۱۲) اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔
مولانا کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، ترتیب سنین، ص ۲۵۷)
علماء اہل سنت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء ہمیشہ اسے اپنی آنا کا مسئلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی نو کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ وصایا شریفیہ کے مرتب مولانا حسین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو فقہ خداوندی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ اور ضمیمہ ایمان افروز وصایا میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا :-

” اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اسم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔“

اصل عبارت یہی :-

” زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر تھے۔“

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان ماننے ہوتے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (عدو دشو و سبب غیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرنا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرنا ہوں کہ وصایا شریفیہ کے ص ۲۵۷ میں اس عبارت کو کاتب نے عبارت مذکورہ بالا لکھیں، طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائیگی۔

(وصایا شریفیہ، مولانا یسین اختر اعظمی، مکتبہ اشرفیہ مدینہ، ص ۲۵)

مخالفین اس کے باوجود بار بار اس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

(۱۳)

اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی۔

شاہ احمد نورانی تھکے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے

فرمایا، سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۲۸ :

عیاں ہے شانِ صدیقی تہا لے صدق و تقویٰ سے
کوں کیوں کر نہ اتنی جب کہ خیرِ التفسیر تم ہو
(پفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و تقویٰ میں شانِ صدیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیقِ کبر کی شان پائی۔

محمد جعفر نقوی سیڑی، سید احمد بریلوی کے دو غلیفوں مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

” یہ دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جانثار تھے۔“

(حیاتِ سید احمد شہید: نفیس اکیڈمی، کراچی، ۲۹۵۰ء)
دونوں بزرگ توشیحین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند ہوتے، خود سید صاحب کس کی مانند ہوتے، خود ہی سوچ لیں۔
بہی نقوی سیڑی صاحب، سید صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں :-

صدق میں ثانیِ اثنین کی مانند قوی

جد اور جہد میں اسلام کے ثانیِ عمر

شرم میں حضرت عثمان سا جوں بھر جیا

اور صفِ جنگ میں ہر طرز علی صفدر

(حوالہ مذکورہ، ص ۱۶)

کہہ دیجئے کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ یہ صاحب نے خلفائے راشدین کی شان پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ پڑھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلو مذموم کے مراتب کس طرح طے کئے گئے ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :-

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس سبجائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

(مرثیہ: مطبع بلالی ساڈھوہ، ص ۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبیدِ مود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی (ص ۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسفِ ثانی ہو اس کے گورے چٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہوگا؟ کیا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟

وفاتِ مقررِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت

وہ نقی صدیق اور فاروق پھر کہئے عجیب ہے

شہادت نے تجھ میں قد بوسی کی گر ٹھانی

ختم ہے آپ کو ربِّ ذوالجلال کی! انصاف و دیانت سے بتائیے کہ گنگوہی صاحب

کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت

کو خیرِ باد کہہ دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تینکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر

نہیں آتا۔

مدرسہ دیوبند کے مدرسِ اول مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی

اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرز اٹھے۔

سامراجی زمانہ سے بچ پایا دیں کو میں تو کتا ہوں کہ میں پٹی عریان دونوں
(قصیدہ مدحیہ، بلالی پریس ساڈھورہ، ص ۱)

قاسم غیر رشید احمد ذیشان دونوں ہیں سچائے نماں پرست کنال دونوں (ص ۱)
دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسے عریان میسجائے نماں
اور پرست کنال کہا جا رہا ہے، نفوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اسی پریس نہیں یہاں تک کہ دیا ہے
وہ تناسب کہ تقابلیں خلیل و قائم

رکھتے تعلیمی سے ہیں ہمدی دوران دونوں (ص ۱)

یعنی یہ دونوں ہمدی دوران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور قائم الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا وہی ان دونوں کے درمیان ہے، دل تقام کر بیاتے کر ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے؟

۱۴-۱۵ اخیر میں نجائب اہل سنت اور مسلم لیگ کی ذریعہ بخیرداری کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی و انفرادی رائے پر مبنی ہیں جو سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

غزالی نماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ اپنے ایک مکتوب تحسیر پر کردہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

”تجانب اہل السنہ کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے لہذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کے شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اسکے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں“ سید احمد سعید کاظمی

یاد رہے کہ یہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے اس کے برعکس علماء دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ اکابر تحریک پاکستان از جناب سید محمد فاروق قادری اور تحریک پاکستان اور ششلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد اور علامہ اقبال در پاکستان از جناب راجہ رشید محمود۔

یہاں تک علماء اہل سنت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہٹا کر مارنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں اور آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء، تحریک پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :-

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس
تحریک آل ادنیٰ ہند اور السواد الاعظم
اکابر تحریک پاکستان دو جلد

مولانا جلال الدین قادری
پروفیسر محمد مسعود احمد
محمد صادق قصوری

تاریخ نجد و حجاز

مفتی محمد عبد القیوم قادری

- عظیم اسلامی سلطنت ترکی کا خاتمہ کیوں اور کیسے ہوا؟
- ابن عبد الوہاب نجدی اور لارنس آف عربیہ کون تھے؟
- عرب قوم کا فتنہ اور اس کے محرکات؟
- امریکہ، برطانیہ اور دیگر غیر مسلم دشمن طاقتوں نے
- ترکوں کے اقتدار کو ختم کرنے میں کیا کردار ادا کیا؟
- یہ اور بہت سے تاریخی حقائق بے نقاب
- محققین، مورخین، علماء، طلباء کیلئے اس صدی کا
- عظیم تاریخی شاہکار۔ تاریخ نجد و حجاز، قیمت - ۴۲/-

علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات
کا اہم عوامی عدالت میں

دعوتِ شکر

۱۲/-

محمد منشاہد بش قصوی

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون بوماری دروازہ لاہور